سوانح علمائے اہلحدیث

مولانا عبدالباقی خان ایک باغ و بہار شخصیت

1935ء ----- 2014ء

عبدالرحیم روزی

ولادت: آپ ۱۹۳۵ء بمطابق ۱۳۵۵ھ میں جناب محمد علی بن محمد حسین ملا محمد خاندان کے ہاں موضع سیر میک ضلع سکردو ضلع بلتستان میں پیدا ہوئے۔ آپ کی چار بہنیں اور ایک بھائی رضا علی مرحوم ہیں۔ آپ کے خاندان وقبیلہ کا تعلق مسلک نوربخشیہ صوفیہ ہمدانیہ سے تھا۔

حصول تعلیم: ابتدائی تعلیم پرائمری سکول سیر میک میں حاصل کی۔ اس کے بعد ۱۹۴۸ء میں ملا علی مرحوم والدِ حاجی صادق شہید نے غواڑی ساتھ لایا تاکہ ''انجمن اسلامیہ بلتستان'' کی سالانہ کانفرنس دیکھے۔ ملا علی نے مولانا یونس گینتھاوی رحمۃ اللہ علیہ سے داخلہ کے لیے سفارش کی تو فرمایا: ''چھے سال پڑھنے کے وعدے پر داخلہ دیں گے۔'' بعد میں غواڑی اور پنجاب میں ۱۲ سال گزارنے کے بعد چھے سال مزید 'اوور ٹائم مزدوری' طلب کی تو ہنستے ہوئے فرمایا: ''اس سے زیادہ ملیں گے۔''

آپ فرماتے ہیں: دسمبر ۱۹۵۱ء میں مغربی پنجاب کی طرف گیا۔ انقلاب کے بعد میں دوسرا طالب علم تھا، جس نے پنجاب (پاکستان) کی طرف تعلیم کے لیے سفر کیا۔ مجھ سے قبل مولانا عبدالرشید انصاری رحمۃ اللہ علیہ پیر آف جھنڈا شیخ العرب والعجم بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھنے سندھ گئے تھے۔

مدرسہ **تقویۃ الاسلام** لاہور کی شہرت کی وجہ سے یہاں داخلہ لینا چاہتا تھا۔ اس وقت مدرسہ مولانا سید داؤد غزنوی کے زیر انتظام چل رہا تھا۔ مگر تیسری کلاس سے نیچے داخلہ نہیں تھا۔ مجھے وقت پاس کرنے کے لیے لاہور دربار روڈ پر اس مدرسہ میں داخلہ لینا پڑا، جہاں حافظ خان محمد کے زیر انتظام سکول میں ماسٹر عبداللہ غنی پار رحمۃ اللہ علیہ نے مروّجہ تعلیم حاصل کی تھی۔ پھر مولانا ابراہیم چھوربٹی کی سفارش پر دہلی مسلم ہائی سکول سید مٹھا بازار میں داخلہ لیا۔ ۶/۷ مہینے گزرے تھے کہ استاد محترم حافظ کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ کا خط موصول ہوا کہ ''آپ کی تمام تر کوشش، اللہ واسطے ہونی چاہیے۔ ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ [۴/۱۳۴] یہ خط پڑھتے ہی میں نے سکول کی کتابیں واپس کر دیں اور مناسب دینی مدرسے کی تلاش میں چند روز محمد عمر بلتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں شیش محل میں ٹھہرے۔ اتنے میں ایبٹ آباد نتھیا گلی (گلیات) کے ایک

مدرسہ کے مہتمم مولانا ادریس صاحب تشریف لائے، اس نے پوچھا: بیٹا! آپ یہاں کیا کام کررہے ہیں؟ صرف نماز کے ٹائم میں شامل ہوتے ہیں، باقی درس کے ٹائم پر حاضری نہیں ہوتی؟ میں دور دراز کا سفر کر کے آنے کے بعد بھی اب تک مناسب تعلیم کا سلسلہ شروع نہ ہونے پر غمزدہ تھا۔ میرے آنسو بہ پڑے اور ساری داستان الم سنادی۔ انہوں نے کہا: آپ میرے مدرسہ تعلیم الاسلام تتریلا میں داخلہ لیں، میں تعلیم دلاؤں گا۔ میں چند دنوں کے بعد مدرسہ مذکورہ جا پہنچا، اور دو سال ۵۲-۱۹۵۱ء وہیں تعلیم حاصل کی۔

۱۹۵۳ء میں اوڈانوالہ ضلع فیصل آباد مدرسہ تعلیم الاسلام میں تیسری کلاس میں داخلہ لے کر پڑھنے لگا۔ چار سال بعد لگ بھگ ۱۹۵۷ء میں فارغ ہوا۔ اس دوران کبھی گھر نہ آیا۔ ۱۹۵۶ء میں اوڈانوالہ میں طلباء کانفرنس میں بندہ طلباء کا نمائندہ بن کر گیا اور خوب نمائندگی کی۔ یہاں میں طلباء کا نائب صدر و ناظم تبلیغ تھا۔ مولانا قدرۃ اللہ فوق خزانچی اور قاضی اسلم فیروز پوری جنرل سیکرٹری تھے۔ ہم نے بہت سے دعوتی پمفلٹ شائع کیے۔

راقم کو خود موصوف نے بتایا کہ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کی سالانہ کانفرنس منعقدہ ملتان شہر کے عام خاص باغ میں بندہ نے جمعیت اہلحدیث کی طرف سے بحیثیت گارڈ ایک گیٹ پر سید داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو روک لیا۔ وہ جلسہ ہی غزنوی صاحب کی زیر صدارت منعقد ہونا تھا۔ اور کارڈ (پاسنامہ) طلب کیا۔ فرمانے لگے: جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ میں نے جواب دیا: "ہاں، مگر مجھے کارڈ سے واسطہ ہے؛ نہ کہ غزنوی سے۔" تھوڑی دیر بعد موصوف کی طرف سے میری جواب طلبی ہوئی۔ میں ڈرتے ڈرتے گیا کہ اس گستاخی پر شاید شامت آئے گی۔ مگر آپ نے دس روپے انعام دیتے ہوئے کہا کہ یہ آپ کی فرض شناسی کا صلہ ہے۔ نیز دیکھیے: [ماہنامہ دعوت التوحید اگست ۲۰۱۴ء]

اس قسم کی فرض شناسی کی قدرومنزلت ہمارے اسلاف میں پائی جاتی تھی۔ وہ اپنے آپ کو کسی قسم کی پابندی سے ماوراء نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی ظاہری تصنع وتکلف کے مرض میں مبتلا رہتے تھے۔ دراصل فرض شناسی کا احساس اور مردم شناسی کا جوہر کسی شخص میں پیدا ہوجائے تو بہت سارے امور کی درستی ممکن ہوتی ہے اور مطلوبہ ماحول ومثالی معاشرہ آسانی سے حاصل ہوسکتا ہے۔ جھوٹے پندار، کھوکھلے رعب وطنطنہ کی زندگی مختصر اور غیر مؤثر ثابت ہوتی ہے۔ لوگ مختلف مجبوریوں اور ضرورتوں کی بنا پر جھک کر سلام کرتے اور کفش بردار ہوجاتے ہیں؛ لیکن یہ ضرورت جوں ہی ختم ہوتی ہے، لوگ اسے تین نقطے بھیجتے یا اپنے دلوں سے میلے لباس کی طرح اتار پھینکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "لوگوں میں سے بدترین وہ شخص ہے جس کے شر یا بداخلاقی کے ڈر سے اس کی عزت کی جائے۔" [صحیح البخاری]

مولانا ممدوح دوران تعلیم گوجرانوالہ شہر میں امیر جمعیت اہلحدیث پاکستان مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ کے حکم کی تعمیل میں جمعہ پڑھاتے رہے۔ مولانا سلفی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ، مولانا صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اکابرین جماعت کے نزدیک قرب ومنزلت کا اعزاز رکھتے تھے۔ اور زمانہ طلب علمی میں اساتذہ کے ساتھ نام لیا جاتا تھا۔

مدرسہ اوڈانوالہ میں آپ کے اساتذہ کرام میں شیخ پیر یعقوب قریشی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث محمد یعقوب ملہوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا صادق خلیل رحمۃ اللہ علیہ مؤلف کتب کثیرہ، شیخ الادب عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ جبکہ ساتھیوں میں جماعت کے معروف قلمکار ومصنف حافظ محمد اسلم فیروز پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولوی بشیر حویلی، مولوی شریف ملیانوالہ اور مولوی یوسف گرداساوغیرہ ہیں۔

استاد پیر یعقوب قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے پرچے میں ٹاپ نمبر لیا تو میں نے پوچھا کہ آپ اس کی تعبیر کس طرح کریں گے؟ فرمایا اور شہادۃ (ڈگری) میں بھی لکھا: "وقد فاز بأكثرَ من مراتٍ من معاصريهِ" (اس نے اپنے ساتھیوں پر کئی بار سے زیادہ کامیابی حاصل کی ہے۔) اس وقت ممتاز، جيد جداً، جيد وغیرہ کی جدید اصطلاحات رائج نہ تھیں۔ کاش! آپ کی تعلیمی اسناد بھی تازہ ملتے۔

فراغت کے بعد صوفی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو وہیں مدرس رکھنے کی پیشکش کی، دیگر مدارس کی طرف سے بھی پیشکش ہوئی، جن میں مدرسہ دارالعلوم تعلیم القرآن پنڈی کے مہتمم مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ مگر میں نے بلتستان میں دینی ودعوتی کام کرنے کو ترجیح دی۔ فاضل عربی کا امتحان دیا تو سب پرچوں میں ٹاپ نمبر تھے، مگر مثنوی روم کے پرچے میں "توحید" پر خوب لکھنے کی وجہ سے فیل کر دیا گیا۔ دوبارہ امتحان نہ دے سکا۔

"میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند" کا مصداق ہوا۔

فراغت کے بعد مادر علمی دارالعلوم بلتستان لوٹ آیا؛ کیونکہ اس وقت جماعت اور بلتی معاشرے میں علماء کا شدید قحط تھا۔ اور ان کے قحط سے ناخواندگی اور جہالت کا راج تھا۔

إذا كانَ الغرابُ دليلَ قومٍ سَيَهْدِيهم طريقَ الهالكينا

"جب زاغ (کوا) کسی جماعت کا رہبر ہو تو وہ عنقریب انہیں ہلاک ہونے والوں کے راستہ کی طرف رہنمائی کرے گا۔"

بلتستان تشریف لانے کے بعد ہمارے مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مزید تعلیم علامہ حافظ کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ ان سے صدراء الحکمۃ کے کچھ ابواب، فن مناظرہ میں شریفیہ کے کچھ اسباق پڑھے۔

بلتستان کے ساتھیوں میں مولانا محمد حسن اثری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ثناء اللہ سالک صاحب ہیں جو بعد از فراغت بھی دعوت وتبلیغ، درس وتدریس کے میدانوں میں بھی قران السعدین کی طرح رہے۔

۱۹۶۴ء میں مسیح الملک طبی کالج چوک شاہ عالم لاہور سے ماہر طب وجراحت صغیر میں فرسٹ ڈویژن میں ڈپلومہ کیا۔

تاریخ اجراء: ۱۹۶۴-۳-۹ یہی وجہ ہے کہ آپ بعض امراض کے لیے نسخے بھی بتاتے تھے۔

آپ دوران طلب علم اور بعد از فراغت محترم بابا اسماعیل باونپہ کے ہاں محلّہ میوکھور ٹھہرے۔ ان ایام میں یہی دستور تھا کہ طلباء غواڑی کے گھروں میں تقسیم کرکے بٹھائے جاتے تھے۔ بعض گھروں میں دو دو، تین تین طلباء بھی قیام کرتے۔ آپ نے میوکھور میں ۲۰۱۲ء تک قیام کیا۔ اس کے بعد محلّہ دس کھور منتقل ہوئے۔

شادی کے بندھن میں: آپ نے پہلی شادی سیرمیک میں ۱۹۵۸ء میں نصیب بی کے ساتھ کی، جن سے سیف اللہ اول رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سلیم اللہ عابد اور امان اللہ پیدا ہوئے۔ دوسرا نکاح ۱۹۷۸ء میں زینب بی بیوہ محمد ولد اسماعیل باونپہ کے ساتھ ہوا، جن سے مولوی احسان اللہ، سیف اللہ ثانی، اکرام اللہ اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ سیف اللہ اول نہایت ہی خداداد صلاحیتوں کا مالک طالب علم تھا، خطاطی میں استاد محترم عبد الخالق قمرؔ خطاط کا عکاس تھا، خوش اخلاق، باوقار، سپید چہرہ رکھتا تھا۔ اساتذہ کو ان کے مستقبل سے کافی امیدیں تھیں۔ دارالعلوم میں پانچویں کلاس کا یہ طالب علم ایک جان لیوا مرض میں ۱۹۸۰ء میں زندگی کی بازی ہار بیٹھا۔ ''حسرت تو ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے''

مولانا نے دوسری شادی اس غرض سے کی کہ اپنے محسن کے گھر کو سنبھال سکے یعنی اسماعیل مرحوم کے یتیم پوتے کی دیکھ بھال کرسکے۔ یاد رہے آپ جس روز سیرمیک سے غواڑی طلب علم کے لیے آئے تھے، اسی گھر میں اقامت گزین ہوئے تھے۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ‎ ‎ ‎ ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

آپ کا مرض اور وفات: مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ دارالعلوم بلتستان غواڑی میں پڑھاتے رہے۔ عالم بڑھاپے میں روزانہ بس کے انتظار اور سفر کی کوفت سے بچانے کے لئے جامعہ الدراسات الاسلامیہ للبنات میں تدریس کی ذمہ داری سونپی گئی۔ آخری دو ڈھائی سالوں میں کلاس میں آنا جانا مشکل ہوا۔ ہاتھوں میں رعشہ کی تکلیف ہونے لگی۔ اور قویٰ مضمحل ہوئے تو آپ کلاس میں نہ آسکے۔ حافظہ آخری دم تک بلا کا تھا۔

وفات سے پانچ روز قبل سیرمیک جانے کی خواہش ظاہر کی۔ وہاں پہنچے تو اچانک طبیعت خراب ہوئی تو زبیدہ خانم

میموریل ہسپتال سیرمیک میں داخل کیے گئے۔قبض کی تکلیف لاحق ہوئی۔زیادہ تر نیم بے ہوشی اور غنودگی میں رہتے۔اس کے بعد DHQ ہسپتال سکردو میں داخل رہے۔اور وہیں ۱۲ شوال ۱۴۳۵ھ موافق ۱۰ اگست ۲۰۱۴ء صبح ۹ بجے رحلت فرما گئے۔إنا للہ وإنا إليه راجعون جسد خاکی غواڑی لاکر قبرستان ڈوقسی میں آپ کے پیشرو علماء شیخ محمد حسن اثری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عبدالرحمٰن خلیق رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عبدالرشید صدیقی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی آغوش میں سلا دیے گئے۔مرکز اسلامی سکردو، سیرمیک، کلیۃ الحدیث منجر غواڑی اور جنازہ گاہ میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔جنازے میں تمام مسالک کے نمائندے اور آپ کے حلقۂ عقیدت و احباب بہت بڑی تعداد میں شامل ہوئے۔اس سے قبل اتنی کثیر تعداد میں لوگوں کا اجتماع اور انبوہ راقم نے نہیں دیکھا تھا۔

تعزیتی خطاب میں امیر جماعت مولانا عبدالرحمٰن حنیف صاحب نے اختصار کے ساتھ فقید جماعت کی خدمات و اعمال جلیلہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے آپ کی وفات کو علاقہ کے لیے غیر معمولی خلا قرار دیا، اور لواحقین و احباب جماعت کو صبر و رضا کی تلقین، مرحوم کے لیے رفع درجات و عفو سیئات کی دعا فرمائی۔اس طرح بعد نماز عصر بوقت 4:40 پر اس مرد جلیل کی تدفین پایہ تکمیل کو پہنچی۔آپ کے پسماندگان سے تعزیت کرنے کے لیے غیر معمولی شخصیات تشریف لائیں، جن میں وزیر اعلیٰ گلگت بلتستان جناب سید مہدی شاہ صاحب قابل ذکر ہیں۔ اس سے ایک روز قبل آپ کے بزرگ ساتھی سید عبیداللہ بن سید ابوالحسن کیریسی رحمۃ اللہ علیہ راولپنڈی میں رحلت فرما کر جماعت کو داغ مفارقت دے گئے تھے۔

آپ کی وفات پر جماعتی مجلات و رسائل میں سے ہفت روزہ الاعتصام لاہور اور جناب محمد حسن سعید صاحب منتظم دارالعلوم تقویۃ الاسلام مدرسہ غزنویہ لاہور نے اپنے دو شماروں ۳۲، ۳۳ جلد ۶۶ میں آپ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے مختصر الفاظ میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔اس کے علاوہ کسی اور جماعتی رسالہ نے آپ کی وفات پر دی ہوئی اطلاع بھی شائع کرنے کی زحمت نہیں کی۔

مولانا کے خدوخال و اوصاف: ہمارے مولانا چھریرا بدن، کوتاہ قد، پھرتیلا و چست، ستواں ناک، چمکیے جھری دار چہرہ و پیشانی، ٹھوڑی پر ہلکی مسنون داڑھی، تکونی چہرہ، سانولے رنگ کے مالک تھے۔برق رفتاری، عجلت پسندی، ظرافت مزاجی، جود و سخا اور خوش اخلاقی میں سے خوب حصہ ملا تھا۔جماعت اہلحدیث بلتستان و پاکستان، علاقہ بلتستان، راجگان، سادات اور دیگر خاندانوں کے متعلق معلومات کا ایک انسائیکلوپیڈیا تھے۔گھوڑوں کی اقسام، اوصاف وغیرہ کی معلومات میں اصمعی تھے۔احادیث مبارکہ میں گھوڑوں کے إضمار (سدھا کر چست کرنے) کے متعلق شروح حدیث میں بیان کردہ

طریقے سے ہٹ کر اپنا الگ طریقہ بتاتے تھے۔مگر صد افسوس! ہم نے اسے تحریر نہیں کیا۔☆

ادبیت، ظرافت طبع، بے باکی اور برجستہ گوئی جیسے اوصاف میں آپ جیسے بار بار پیدا نہیں ہوتے۔

''کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا''

آپ کی سماجی و جماعتی تگ وتاز اور خدمات: آپ کی پنجاب سے بلتستان واپسی کے بعد تحریکی و عملی تگ وتاز کا آغاز ہوا۔ فطری و طبعی ذہانت اور پھرتیلے پن نے آپ کو زندگی بھر متحرک رکھا۔ ڈھیلاپنی اور خمول وکسالت (سستی) کو راستہ بھول کر بھی آپ کے پاس پھٹکنے کی اجازت نہ تھی۔ آپ نے اپنے نشاط وتحریک سے مکمل فائدہ اٹھایا اور خالص کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کی تعلیم دینے والی درسگاہ دار العلوم بلتستان اور اس کے سرپرست ادارہ انجمن اسلامیہ بلتستان کی خوب خدمات بجالائیں۔ ان خدمات کی کچھ جھلکیاں درج ذیل ہیں:

ا۔ مہتمم دار العلوم حاجی خلیل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے دور سے چندہ کا کام شروع کیا۔ پنجاب سے رضاکارانہ طور پر محنت کر کے معقول رقم دار العلوم کے خزانہ میں جمع کیا۔ اگلے سال ۱۹۵۹ء میں مولانا عبدالمنان کریسی رحمۃ اللہ علیہ کو پنجاب کے مختلف مقامات کے پتے اور نقشے دستی بنا کر دے بھیجا۔ جب وہ فوت ہوگئے تو دار العلوم کی مسلسل نگرانی اور رقوم کی فراہمی آپ کے کندھوں پر آن پڑی۔ ۶۵-۱۹۶۰ء کے دوران مولانا عبدالرؤف سیرمیکی کو بھی ساتھی بنالیا۔ ایک بار پنجاب سے دونوں گیارہ مہینے بعد 4000 روپے لے کر لوٹے۔ شہر شہر، قریہ قریہ، کوچہ کوچہ ایک دو آنے جمع کرنے کے لیے پیدل سفر کرتے۔ ٹرانسپورٹ کا سلسلہ کم ہی تھا۔ کبھی درسی کتب، قرآن پاک وغیرہ کے پھٹے پرانے نسخوں کی پونجی سر پر اٹھا کر چلتے۔ ان پھٹے پرانے نسخوں کی جلد بندی اور ضروری اصلاح ومرمت کرواتے، پھر دونوں یہ بوجھ اٹھا کر منڈی (گڈز ٹرانسپورٹ ایجنسی) میں بلتستان بھیجتے۔ مولانا عبدالرؤف امیر جمعیت اہلحدیث سکردو نے فرمایا کہ ایک بار مولانا عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں شگر کی طرف دار العلوم کے لیے چندہ کرنے کی غرض سے ساتھ جانے کو کہا، حالانکہ بندہ بیمار تھا۔ مگر موصوف نے زبردستی اٹھالیا اور شگر،

☆ گھوڑے کو چھریرا بنانے کے لیے اسے پہلے خوب عمدہ خوراک دی جاتی ہے اور کم دوڑایا جاتا ہے، تاکہ وہ خوب طاقتور ہو جائے۔ جب موٹا تازہ ہو جاتا ہے، تو اس کی خوراک بتدریج کم کی جاتی ہے اور اسی قدر اس کو زیادہ دوڑایا جاتا ہے، پھر جب خوب تھک کر جسم گرم ہو جاتا ہے، تو کمبل وغیرہ میں لپیٹ کر اصطبل میں بند کر دیا جاتا ہے، تاکہ گرمی سے اس کی چربی پگھل کر پسینے کے ساتھ خارج ہو جائے۔ اس طرح گھوڑا چست اور سبک رفتار ہو جاتا ہے۔ استاد محترم -رحمۃ اللہ علیہ- سے یہ سبق ابو محمد نے یاد رکھا تھا۔

چھور بٹ وغیرہ مواضعات میں چندہ کرتے کرتے چار ماہ بعد واپس لوٹ آئے۔

آپ ایک دور میں پورے وطن عزیز میں "دار العلوم" کی پہچان تھے۔ اور دار العلوم کی نسبت آپ کی طرف کی جاتی تھی۔ سفیروں سے محسن لوگ پوچھتے: "مولوی عبدالباقی صاحب کے مدرسہ کی طرف سے آئے ہو؟" پھر وہ نمازیوں سے اسی انداز میں تعارف وسفارش کرتے۔ خود راقم کے ساتھ ملتان، شیخوپورہ، پشاور شہر میں اس طرح کے واقعات پیش آئے۔ ضلع شیخوپورہ نبی پور پیران کے قریب ایک بستی کی مسجد میں ایک بزرگ نے آپ کے حالات پوچھ کر کہا کہ مولوی عبدالباقی صاحب سے کہہ دو کہ زندگی میں کم سے کم ایک بار ہم سے ملنے کے لیے آجائے۔ ہم اس کو بہت ترس رہے ہیں۔

استاد محترم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کمالیہ کے قریب ایک دیہات 'تلی' ہے۔ وہاں مظہر نے مستقل چندہ لگانے کی اپیل کی۔ اس پر ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب نے چار آنے ماہانہ لگوادیا۔ یہ بات آج یاد کر کے حیران ہوتا ہوں کہ وہ زمانہ کہاں اور یہ زمانہ کہاں؟!

بندہ ۲۰۱۰ء میں بغرض فراہمی امداد جڑانوالہ کی مرکزی جامع مسجد غلہ منڈی پہنچا۔ تو وہاں کی جماعت کے صدر جناب ذکی اللہ صاحب نے بتایا: جب میں چھوٹا تھا تو ہمارے والد عبداللہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ خطیب جامع ہذا کے ہاں عید الفطر سے ایک روز قبل ایک بزرگ پہنچا، جو گرد آلود حلیے، پھٹے لباس کی وجہ سے مسافر لگ رہے تھے۔ والد صاحب نے پوچھا: عید گھر جا کر پڑھو گے یا کہاں پڑھو گے؟ اس نے جواب دیا: ہم کہاں اور گھر میں عید کہاں؟! وہاں تو کسی صورت پہنچ نہیں سکتا۔ ہمارا کام تو دار العلوم کے لیے تعاون جمع کرنا ہے۔ لہٰذا بچوں کے ساتھ عید منانا درکنار ہے۔ ابو نے انہیں تسلی دلائی، کھانا کھلایا پھر مسجد جا کر دار العلوم کے لیے چندے کا اعلان کیا، میں حیران تھا کہ یہ بابا' بال بچوں کے بغیر کیسے عید مناتے ہیں؟! مجھے بڑا رحم آیا اور میں نے ابو سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ مولانا عبدالباقی بلتستانی صاحب ہیں۔ آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور پیار کرتے ہوئے کہا: بیٹا آج ۲۹ شبینہ ہے۔ "اللهمَّ إنک عفوٌّ تحبُّ العفوَ فاعفُ عنّي" خوب کہیں۔ یہ الفاظ میرے دل ودماغ میں اتر گئے اور اب تک اس پر عمل پیرا ہوں۔

گوجرانوالہ میں کچھ احباب نے مولانا کے بعد جانے والے سفیر مولانا سلیم عبدالحکیم صاحب کو بتایا: "بابا عبدالباقی صاحب ہمیں آباء واجداد سے میراث میں ملے ہوئے ہیں۔" یعنی آپ کی چندہ وصولی کے سفر کا سلسلہ ہمارے باپ دادا سے جاری ہے۔ اب اس طبقہ کے لوگ ختم ہو کر ان کے بیٹے اور پوتے چندہ دے رہے ہیں۔

اسی سلسلہ خدمت میں رمضان ۲۰۰۷ء میں جب آپ گوجرانوالہ شہر میں تھے کہ روڈ پار کرتے ہوئے ٹریفک حادثے

میں آپ کی ران ٹوٹ گئی، جسم پر چوٹیں آئیں۔ گوجرانوالہ کی جماعت نے ہسپتال لے جا کر خوب دیکھ بھال کی۔ اتنے میں آپ کے بیٹے مولانا سلیم اللہ عابد صاحب پہنچے۔ ٹوٹی ہوئی ہڈی سٹیل راڈ سے جوڑی گئی۔ اس حادثے کے بعد آپ پر تیزی سے بڑھاپے کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اس سے قبل نہایت پھرتیلے اور چاق و چوبند تھے۔ معمر ہونے کے باوجود آپ کی چستی، تندہی اور جسمانی صحت پر رشک کرتے تھے۔ مگر انسان حوادث سے متاثر ہوتے ہیں۔ عبداللہ بن زبیر اسدی کہتا ہے:

رَمَى الحدثانُ نِسوةَ آلِ حربٍ بمقدارٍ سَمدْنَ لهُ سُمودًا

فَردَّ شُعورَهنَّ السُّودَ بِيضًا وَرَدَّ وُجوهَهُنَّ البِيضَ سُودًا

ترجمہ: ''حوادثِ زمانہ نے آلِ حرب کی عورتوں پر اس قدر تیر برسائے کہ وہ حیران کی حیران رہ گئیں۔ جس نے ان کے سیاہ بالوں کو سفید اور گورے چہروں کو سیاہ بنا دیا۔''

عریان بن ہیثم سے خلیفہ عبدالملک نے احوال پوچھے تو کہا: " ابيضَّ منّي ما كنتُ أحبُّ أن يَسودَّ واسودَّ منّي ما كنتُ أحبُّ أن يَبيضَّ "میرے جسم کے وہ حصے سفید ہوئے ہیں جن کا میں کالا ہونا چاہتا تھا، اور وہ کالا ہوا ہے جسے میں سفید ہونا چاہتا تھا۔'' [ديوان أبي تمام ص٢٤٧ باب الهجاء]

۲۔ آپ انجمن اسلامیہ بلتستان کے سیکرٹری منتخب کیے گئے۔ آپ کے بعد یہ منصب مولانا بشیر کاشفی، پھر آپ کے دیرینہ ساتھی محمد حسن اثری رحمۃ اللہ علیہ نے سنبھال لیا۔ مولانا عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ نے نازک مراحل میں اپنی ذہانت وصلاحیت سے مسلک اہلحدیث کو سیاسی میدان میں نقصان سے بچایا۔ جس پر بیگم مولانا مفتی عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہما نے خوب داد دی۔ یہ رسہ کشی یوگو کے ایک تبلیغی اجلاس میں ہوئی تھی۔

۳۔ ''جمعیت اہلحدیث بلتستان کی تدریسی وانتظامی صورتحال'' کے تحت حاجی خلیل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۹۷۶ء کے بعد چار صفحات پر مشتمل ایک رپورٹ بلا تاریخ کے مطابق ہمارے استاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجلس شوریٰ کے صدر بھی منتخب ہوئے تھے۔ اور اس کا صدر حسب دستور جمعیت اہلحدیث بلتستان کا امیر ہوتا تھا۔

۴۔ رئیس مجلس عمل جمعیت اہلحدیث بلتستان

۵۔ ممبر مجلس شوریٰ جمعیت اہلحدیث بلتستان از سال ۱۹۸۹ء تا وفات۔ دیکھ [منہج دار العلوم غواڑی ۱۹۷۶ء]

۶۔ کتاب ''جائزہ مدارس عربیہ مغربی پاکستان'' شائع کردہ: انجمن حمایتِ اسلام پریس لاہور سال ۱۹۶۰ء میں اس کے ناظم حاجی خلیل الرحمٰن بلغاری ثم غواڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی رپورٹ کے تحت تدریس ڈھانچے میں درج ذیل علماء تھے:

[۱] مولانا عبدالرحیم صاحب۔فاضل مدرسہ عبدالربّ دہلی صدر مدرس۔

[۲] خود مہتمم/خلیل الرحمٰن بلغاری صاحب مدرس۔

[۳] احمد سعید صاحب۔فاضل مدرسہ میاں صاحب دہلی مدرس۔

[۴] عبدالباقی خان تائب۔فاضل تعلیم الاسلام اوڈانوالہ مدرس۔

[۵] معلّمہ برائے طالبات (شاید یہ محترمہ جمیلہ کریم بخش صاحبہ ہیں)

جبکہ مفتی عبدالقادر صاحب فاضل اورنٹیل کالج فتح پور دہلی افتاء کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔اور ۲۷۰۰ کے قریب فتاویٰ وفیصلے صادر کر چکے ہیں۔یہ معلومات یکم ربیع الاول ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء سے قبل کے ہیں۔اس وقت تک مفتی عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ یوگو میں ہی تشریف رکھتے تھے،اور مکتب ادارہ علوم شرقیہ یوگو کی نظامت سنبھالے ہوئے تھے۔اور حکومت پاکستان کی طرف سے اس مکتب کو چلانے کے عوض مبلغ ۸۰ روپے مشاہرہ ملتا تھا۔بوقت ضرورت دارالعلوم تشریف لاتے تھے۔رپورٹ ۱۰ مارچ ۱۹۵۱ء کے مطابق مولانا عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ کو ناظم حافظ کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ کا نائب لکھا گیا ہے۔یکم ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ میں مفتی کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مکان میں انتظامیہ کے ایک اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ مولوی عبدالباقی کو کل پاکستان کے لیے سفیر تقرر کیا جائے،اور مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو صدر مدرس بنانے کے لیے یوگو سے بلایا جائے۔ اس اجلاس میں ناظم حاجی خلیل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ،محمد ابراہیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ نائب ناظم غواڑی،وسفیر کراچی احمد سعید، مولوی یونس رحمۃ اللہ علیہ مدرس ورکن حل وعقد،اور مولانا عبدالرحمٰن مکی رحمۃ اللہ علیہ شریک تھے۔

ہمارا خوں بھی شامل ہے تزئین گلستاں میں ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے

۷۔ **تعلیم وتربیت:** آپ نے عرصہ دراز تک طلباء وطالبات کو پڑھایا۔**مشکوٰۃ المصابیح ،جامع الترمذی، توحید وعقائد** اورادب ومعانی کے مضامین پڑھائے۔راقم الحروف اور ساتھیوں نے آپ سے جامع الترمذی،مشکوٰۃ حصہ اول،شرح عقیدہ طحاویہ پڑھا۔امتحانی سوالات آسان ہوتے اور گیس بھی دیتے، جو کبھی کبھی طلباء کے لیے پریشان کن بھی بنتا۔

۸۔ **عقیدہ توحید کی خدمت وآبیاری:** آپ نے جب اس مسلک کو سمجھ لیا تو اس کو سر آنکھوں پر بٹھالیا۔بہت سے طلباء کو پنجاب کے مدارس میں پڑھانے لے گئے۔مولوی محمد حسین سلفی کو دارالعلوم غواڑی لائے ، پھر اسی کے ہوکر رہ گئے۔آپ نے غواڑی کے محمد صاحب کا نام لیتے ہوئے کہا کہ کراچی سے آتے ہوئے سکردو سے پیدل چلا تھا، میں نے ہمایوں پل سے اپنے ابلق گھوڑے پر غواڑی گھر پہنچایا،اسی مہربانی اور احسان کا احساس کر کے مسلک توحید پر استقامت اختیار کیا۔اللہ نے

بجا فرمایا: ﴿وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾ [النساء] اللہ ہمیں بے مروتی، بداخلاقی، حسد، خیانت اور تکبر کی لعنت سے بچائے!

آپ بہترین شہسوار تھے۔ گھوڑا ہی اُس زمانے کی کار تھی۔ آپ گھوڑے پر بڑے کروفر کے ساتھ آتے۔ دیوسائی وغیرہ سنسان راستوں پر سردی سے مجبور ہو کر کبھی کش بھی لیے؛ بعد میں مکمل ترک کر دیا۔ اس وقت آپ بو امہدی کے نام سے معروف تھے، پھر عبد الباقی نام سے بدل دیا۔ پھر بھی آپ دونوں ناموں سے معروف تھے۔

ہمارے مولانا کو مؤرخِ بلتستان، مفکرِ اسلام مولانا خلیل الرحمٰن بلغاری رحمۃ اللہ علیہ نے "بلتستان میں درس توحید کے ادوار" میں سے دور سادس کے مبلغین اسلام میں شمار کیا ہے۔ یہ دور ۱۳۰۰ھ تا ۱۴۰۰ھ پر محیط ہے۔ اس دور کے اہم دعاۃ میں حافظ کریم بخش، رضاء الحق، مفتی عبد القادر، احمد بلغاری، قاری عبید اللہ، محمد یونس، عبد الرحیم، محمد ابراہیم، محمد جان، عبد الکریم سکساوی، نور العین، احمد سعید، محمد علی مجاہد، غازی عبد اللہ، محمد علی خطیب طورتک رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں۔ [بلتستان میں ادوارِ تہ]

ہمارے مولانا رحمۃ اللہ علیہ معلومات کا ایک خزانہ تھے۔ دار العلوم، جمعیت اہلحدیث اور سوانح علمائے بلتستان کے مضامین ترتیب دیتے وقت آپ، مولانا محمد حسن اثری رحمۃ اللہ علیہ اور بابا حاجی عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ سے خوب معلومات لیں۔ جو وقتاً فوقتاً التراث میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوتے رہے۔

آپ کی شاندار صلاحیت واصابت رائے: آپ اصابت رائے اور اخلاصِ عمل جیسی اعلیٰ صفات سے متصف تھے۔ فرمایا: مولانا عبد الرحمٰن خلیق رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبد الوہاب حنیف رحمۃ اللہ علیہ نے فراغت کے بعد جامعہ سلفیہ میں تخصص کے لیے داخلہ لیا۔ انہی ایام میں اس کے ناظم میاں فضل حق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بھائی عبد الباقی ہماری خواہش کے مطابق جامعہ سلفیہ ترقی نہیں کر رہا ہے، کوئی مشورہ دیجیے...... بندہ نے کہا: میاں صاحب! "اس مقصد کے لیے آپ کسی طرح ایک دو مدرسین سعودی عرب سے لائیں، ان شاء اللہ خوب ترقی ہوگی۔" اللہ جانتا ہے کہ اس مشورے پر میاں صاحب نے شیخ علی مشرف اور شیخ امان کو مدینہ یونیورسٹی سے لایا۔ یہ سلفیہ کی ترقی کا پہلا زینہ تھا۔

مولانا عبد الغفور جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے شکایت کی کہ مدرسہ ناکام ہے۔ آپ نے مشورہ دیا کہ مولانا عبد الوہاب حنیف رحمۃ اللہ علیہ کو مدرس رکھیں۔ چنانچہ انہیں پونچھ روڈ مدرسہ سے اٹھا کر جہلم لایا۔ بلتستان کے طلباء یہاں امڈ آئے۔

ظرافت وحاضر جوابی: ہمارا مولانا رحمۃ اللہ علیہ برجستہ گوئی، حاضر جوابی اور ظرافت کے اسلوب میں مخالف کو

کمر توڑ، دندان شکن جواب دینے والے کے طور پر اپنے وسیع حلقے میں معروف و مشہور تھے۔ آپ کے جوابات کوئی اور دیتے تو فریق مخالف ضرور الجھ جاتا؛ مگر آپ کا خاصہ تھا کہ مزاح میں مخالف پر ایسی کاری چوٹ لگاتے کہ وہ آئندہ مقابلہ کا ہی نہ سوچتا۔

❁ ایک بار موضع غواڑی سیاچن روڈ نالہ ژھین پر خوب ظریف الطبع، خوش اخلاق، ہر ایک سے گھل مل کے رہنے والے آپ کے دیرینہ ساتھی ملا حسین پنداوی صاحب نے کہا اے مذہب فروش کہاں تھا؟ اس خطاب پر کوئی اور ہوتا تو وہیں جھگڑا شروع ہوتا اور معاملہ جرگہ تک پہنچتا۔ مگر آپ کے چہرے نے رنگ بدلا نہ تیوری چڑھائی، بلکہ مسکراتے ہوئے فرمایا: ''یہ مذہب رکھنے کے قابل نہ تھا۔ لہٰذا میں نے بلاتأمل بیچ ڈالا۔ مگر آپ کا ابھی تک بکا نہیں۔ دیکھو اگر کوئی میرے ''سکم تلمو'' (بوڑھی بانجھ گائے) کے بدلے غرسموز دمو (پہلا بچہ دینے والی حاملہ خوش گاؤ) دے، تو میں اس ناکارہ تلمو کو کیوں رکھوں!!'' یہ ڈائیلاگ چلو کے کچھ سرکردگان بھی سن رہے تھے۔ انہوں نے آپس میں کہا: بابا کتنا بے باک ہے!

❁ ۱۹۸۴ء میں یوگو میں سہ روزہ کانفرنس میں ازواج مطہرات کے فضائل بیان کرتے ہوئے واقعہ افک کا ذکر کیا اور ازراہِ تفنن فرمایا کہ ازواج مطہرات' کم خوری کی وجہ سے ہلکی پھلکی تھیں۔ لہٰذا ہودج اٹھانے والوں کو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی غیر موجودگی کا احساس ہی نہ ہوا، خالی ہودج اٹھالے گئے۔ اگر ان کی جگہ میری زینب بی ہوتی تو آٹھ آدمی بھی نہ اٹھا سکتے۔ موصوفہ خواتین کے شامیانے میں سن رہی تھیں۔ یہ ظرافت سن کر بے ساختہ سارا مجمع قہقہوں سے گونج اٹھا۔ لوگ سب سے زیادہ آپ کی تقریر شوق سے سنتے تھے۔

❁ سید عبید اللہ کیریسی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ صاحبزادی ام کلثوم اور داماد سید ثناء اللہ میں ان بن ہے۔ آپ دونوں (عبدالباقی اور ثناء اللہ سالک) جا کر ان میں صلح کریں۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم نے پہلے بیگم صاحبہ سے بیان لیا۔ سید صاحب دوسرے کمرے میں ہڑتال پر تھے۔ موصوفہ نے فرطِ ادب کے ساتھ کہا: ''جناب محترم نے یہ بات ارشاد فرمائی، تو میں نے اس کے جواب میں یہ عرض کیا تھا، اس پر سید صاحب خاموش ہوگئے۔ جب میں ان کی خدمت میں کھانا لے کر گئی تو جناب نے تناول نہیں فرمایا......'' الغرض سارا بیان عزت و احترام اور ادب سے مزین تھا۔ یہ ماجرا دیکھ کر میں نے کہا: بوا ثناء اللہ! چلو یہاں سے...... جب ان کے جھگڑوں میں اس حد تک مؤدبانہ باتیں ہیں، تو حالتِ امن میں کیسی گفتگو ہوگی۔ ہماری بیویاں تو خوب محبت کے لمحات میں بھی اس قسم کی باتیں کرنا نہیں جانتیں۔

❁ معالی شیخ صالح حصین رحمۃ اللہ علیہ جب آخری دورے پر دارالعلوم بلتستان تشریف لائے تو اتحاد بین المسلمین، وسعتِ قلبی، بالغ نظری سے کام لینے اور تعصب و تنگ نظری ترک کرنے پر زور دیتے ہوئے جامع مسجد دارالعلوم منجر غواڑی

میں اساتذہ اور طلباء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عامی شخص کو تقلید کرنی چاہیے۔ بعد میں مولانا عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ اٹھے اور عربی میں برجستہ فرمایا کہ قرآن کریم، احادیث مطہرہ اور عربی لغت میں لفظ ''تقلید'' جانوروں کے لیے استعمال ہوا ہے، انسانوں کے لیے نہیں۔ انسانوں کے لیے سمع وطاعت، اتباع، استسلام وغیرہ وارد ہوئے ہیں۔ انسانوں کو أولوا الألباب، أولوا الأبصار قرار دیتے ہوئے فاعتبروا، أفلا یتدبرون، أفلا یعقلون وغیرہ استعمال ہوئے ہیں۔ اور ''تقلید'' کی تعریف ہی بھیانک ہے: ''أخذُ قولِ الغیرِ بغیرِ حجةٍ''، ''کسی غیر نبی کا قول بغیر دلیل قبول کرنا ہے۔'' اس مدلل تقریر سے معالی الشیخ رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے۔

✿ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے ساتھ پرانی والہانہ محبت اور وابستگی تھی۔ اور ہمیشہ اس کے گن گاتے اور احسانات کا شمار کرتے تھے۔ ایک دفعہ بعض علماء واکابرین نے ''اتحاد واتفاق اور جہاد'' کے موضوع پر گفتگو کی۔ ہمارے مولانا نے اپنے دور کا ایک واقعہ سنایا تو مجلس پر گہرا سکوت چھا گیا۔

✿ ہمارے استاد عمل بالحدیث کے پابند تھے۔ اور حق بات کے بیان میں بیباک تھے۔ آپ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ جب ہم وزارۃ الشئون الاسلامیہ والاوقاف سعودیہ عربیہ کے مہمان کے طور پر منیٰ میں تھے۔ سرکاری مہمان خانے میں شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے۔ میں نے نماز میں غالباً تورّک کیا ہوا تھا۔ شیخ صاحب نے ٹوکا: یہ صحیح نہیں ہے۔ اس پر بندہ نے فوراً حضرت ابوحُمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث سنائی: ''فإذا جلس فی الرکعة الأخیرة قدم رجله الیسریٰ ونصب الأخریٰ وقعد علی مقعدته'' [بخاری أذان باب ١٤٥ سنة الجلوس فی التشهد] اس پر شیخ موصوف نے ''جزاکَ الله شیخ عبد الباقي، جزاک الله خیرًا!'' فرما کر سر تسلیم خم کیا۔☆

☆ سماحۃ الشیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق ''تورک'' صرف تشہد ثانی میں ثابت ہے۔ [صفة صلاة النبي ﷺ ص: ١٨١] دو رکعت والی نماز میں ''تورّک'' خلافِ سنت ہے۔ [ص: ١٥٦] اور حدیث ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ میں: ''فإذا جلس فی الرکعة الأخیرة قدّم رجلَه الیسریٰ ونصب الأخریٰ وقعد علی مقعدته'' سے پہلے ''فإذا جلس فی الرکعتین جلس علیٰ رجله الیسری ونصب الیمنی'' بھی ہے، لہٰذا اس سے تشہد ثانی میں ہی تورک ثابت ہوتا ہے۔ جبکہ ہمارے اکثر بزرگ علماء دو رکعت والی نماز میں بھی تورک کرتے ہیں۔ واللہ اعلم (ابومحمد)

خطابت: آپ فن خطابت میں شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پرتو تھے۔ زیادہ لمبا خطاب آپ کا نہ ہوتا، مگر لوگ اس کی تمنا ضرور کرتے۔ مجلس کو گرمانے اور زمانے کے فن سے خوب آگاہ تھے۔ عموماً اپنے ظریفانہ شہ پاروں سے سامعین کو بیک وقت اور بے اختیار ہنسنے پر مجبور کرتے تھے۔ لوگ کہتے کہ بابا کا خطاب ہے یا نہیں؟

۱۹۸۰ء کی دہائی میں "انجمن اسلامیہ بلتستان" کی کانفرنسوں میں اہل تشیع اور نوربخشی مکاتب فکر کے عوام بھی آتے تھے۔ جب سٹیج سیکرٹری "اہلحدیث زندہ باد" کے نعرے لگاتے تو آپ فرماتے: یہ لوگ بڑے بخیل ہیں۔ لگاؤ میرے نوربخشی وشیعی بھائیوں کے لیے بھی نعرہ لگاؤ۔ پھر خود دوران خطابت بڑے زور سے ان کے لیے بھی زندہ باد کے نعرے بلند کرتے۔ ایک بار اسراء ومعراج کے واقعہ میں کہہ رہے تھے کہ قریش کے لوگ ابو بکر ﷺ کے پاس دوڑے آئے، تاکہ انہیں شیعہ بنا سکے۔ کیونکہ ماورائے طبیعت اس قسم کے سفر کا انکار کریں گے۔ مجلس قہقہوں سے گونج اٹھی۔ آپ سے خطاب میں بار بار شاعر کا یہ شعر پیش کرتے ہوئے سنا ۔

مصوّر! کھینچ وہ نقشہ جس میں یہ صفائی ہو ۔۔۔ اُدھر حکمِ الٰہی ہو ، اِدھر گردن جھکائی ہو

مولانا کا ادبی پہلو: پیارے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو فن ادب میں بلتستان میں نمایاں مقام حاصل تھا۔ سکردو شہر میں ہر سال "ادارہ علم وادب" کے زیر اہتمام ہر سال "حسین ﷺ سب کا ہے" کے عنوان سے سالانہ ادبی وتقریری سیمیناروں میں جب تک دم خم موجود تھا، جماعت کی طرف سے بھرپور نمائندگی کرتے اور اپنے کلام سے سب کو محظوظ کرتے رہے۔

نعت رسول مقبول ﷺ کے سلسلے میں جو اشعار فی البدیہ املاء کروائے، صفحہ اول میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

مادر علمی "جامعہ دارالعلوم بلتستان غواڑی" کے بارے میں آپ نے تازہ کلام میں کہا:

گوہر مقصود کا گنجینہ ہے یہ جامعہ ۔۔۔ فوز و فلاحِ جہاں کا زینہ ہے یہ جامعہ
تاجِ سر، نورِ نظر، لختِ جگر ، روحِ رواں ۔۔۔ سچ کہوں تو دھڑکنِ سینہ ہے یہ جامعہ
راحتِ روح و بدن ، آسائشِ اہلِ وطن ۔۔۔ درد مندوں کے لیے تلبینہ ہے یہ جامعہ
طالبانِ حق کے لیے در کشا ہے یہ جامعہ ۔۔۔ ہر ضرورت لے کے حاضر ہر مہینہ ہے یہ جامعہ

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کثرتِ اسفار، تدریس وتبلیغ اور سیرمیک وغواڑی میں گھریلو مصروفیات کی وجہ سے شعروادب پر زیادہ توجہ نہ دی۔ اس طرح ادبی جوہر ہونے کے باوجود ادب پنپ نہ سکا۔

مولانا کے بعض شاگردان: ہمارے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی صف کافی لمبی ہے۔ جن میں سے مشرف تعلیمی مولانا علی زاہد، مدیر تعلیم مولانا ثناء اللہ جانی، مدیر التحریر مجلۃ التراث عبدالوہاب خان، مولانا عبدالکریم غزالی، مولانا محمد حسین اسماعیل سیر میکی، نائب مدیر التعلیم مولانا فیض اللہ عبدالصمد، نائب شیخ الحدیث وصدر اصلاحی کمیٹی غواڑی مولانا محمد سلیم عبدالحکیم، ڈاکٹر پروفیسر عارف اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد، ڈاکٹر پروفیسر حبیب الرحمٰن حنیف جامعہ طیبہ سعودیہ عربیہ، ڈاکٹر پروفیسر اسماعیل امین اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد، ڈاکٹر احسان اللہ عبدالصمد، ڈاکٹر بشیر الرحمٰن حنیف، ڈاکٹر خلیل اللہ عبدالرحیم، شیخ عبدالرحمٰن حسین ایم اے، شیخ عبدالرحیم ایم اے، ڈاکٹر عارف ابراہیم، چیئرمین زکوٰۃ کمیٹی غواڑی مولانا احمد علی ابراہیم، مولانا حمید اللہ عبدالصمد کمپوزر التراث، جماعت کے قابل فخر فرزند ارجمند مولانا سلیم اللہ عابد عبدالباقی اور راقم آپ کے پروردوں میں شامل ہیں۔

غصہ سے انٹرویو

[انتخاب: طالبہ/منیرہ محمد یعقوب عزیز گینتھاوی۔ اولیٰ عالیہ]

۱۔ آپ کا نام؟----- مسٹر غصہ۔ ۲۔ والد کا نام؟----- فساد۔

۳۔ آپ کی والدہ کا نام ؟----- واویلا۔ ۴۔ بہن کا نام؟----- پریشانی۔

۵۔ آپ کے بڑے بھائی کا نام ؟----- توڑ پھوڑ۔ ۶۔ دادا کا نام؟ ----- شور شرابا۔

۷۔ آپ کی دادی کا نام ؟-----گھبراہٹ۔ ۸۔ آئیڈیل کون ہے؟ ---- گالی دینے والا منافق۔

۹۔ کیا آپ شادی شدہ ہیں؟----- جی ہاں۔ بیوقوفی میری بیوی کا نام ہے۔

۱۰۔ آپ کی کوئی اولاد بھی ہے؟ ----- جی ہاں۔ ایک بیٹی ہے: بدامنی۔

۱۱۔ آپ کی تعلیمی قابلیت ؟----- جہالت میں اسپیشلسٹ کی ڈگری لی ہوئی ہے۔

۱۲۔ پسندیدہ ادیب کون ہے؟----- بے چینی، حماقت پوری۔

۱۳۔ آپ کی پسندیدہ ڈش کون سی ہے؟ ----- جھوٹ کی چٹنی اور غیبت وحسد کا مکس اچار۔

۱۴۔ آپ کا مشن کیا ہے؟ ----- پہلے بدی کو فروغ دینا، نیکی کو بے رونق کرنا......... پھر پچھتانا۔